فن موسیقی

اس عنوان کے تحت ہم نے جو روایت نقل کی تھی، اس میں بیان ہوا ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے سیدہ عائشہ سے فرمایا کہ کیا تم اس عورت کو جانتی ہو؟ سیدہ نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلے کی قینہ (مغنیہ) ہے، کیا تم اس کا گانا پسند کرو گی؟ اور پھر اس نے سیدہ کو گانا سنایا۔

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے ہم نے بیان کیا تھا کہ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فن موسیقی کو اصلاً باطل نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ اس ماہر فن مغنیہ کو ٹوک دیتے یا کم سے کم سیدہ کو اس کا گانا ہرگز نہ سننے دیتے۔ یہ بات مسلم ہے کہ حبشہ کے غلام اور لونڈیاں رقص و موسیقی کے فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ اکثر عربوں کی تقریبات میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھی میں سے بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

مذکورہ روایت کے تحت جو حوالہ ہم نے نقل کیا ہے، وہ سنن البیہقی الکبریٰ، رقم ۸۹۶۰ ہے۔ یہ درحقیقت السنن الکبریٰ للنسائی، رقم ۸۹۶۰ ہے۔ پروف کی غلطی سے نسائی کے بجائے بیہقی لکھا گیا ہے۔ ''الاعتصام'' نے اس جانب متوجہ کرنے کے لیے ''غلط حوالہ'' کے عنوان سے جلی سرخی قائم کی ہے اور اس کے تحت ایک نوٹ میں اپنے خاص انداز سے اس کی نشان دہی کی ہے۔ اس طرح کی پروف اور تدوین کی غلطیاں معتدبہ تعداد میں خود ''الاعتصام'' کے مضمون میں بھی موجود ہیں اور جواب آں غزل کے طور پر 'غلط حوالہ'، 'غلط ترجمہ'، 'غلط اعراب'، 'غلط املا'، 'غلط محاورہ' اور 'غلط اوقاف' کے عنوانات قائم کر کے ان کی نشان دہی بھی کی جا سکتی ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ طریق مکالمے اور علمی تبادلۂ خیال کی فضا کو متاثر کر سکتا ہے، اس لیے ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اس نشان دہی پر ''الاعتصام'' کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آیندہ اشاعت میں ان شاء اللہ اس کی تصحیح ہو جائے گی۔

اس روایت سے ہمارے استدلال پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ہم علامہ الزمخشری، علامہ الجوہری رحمہم اللہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں کہ ''قینۃ'' دراصل لونڈی کو کہتے ہیں، ماہر فن اور پیشہ ور مغنیہ کو نہیں۔ لہٰذا جب وہ ''پیشہ ور'' تھی ہی نہیں، لونڈی تھی، اس کے گانے کا انداز ''ماہر فن مغنیہ'' کا نہیں، اونچی آواز سے شعر پڑھنے کا تھا، چنانچہ اس نے وہ اشعار پڑھے۔ سیدہ عائشہ نے وہ اشعار سنے۔''
>
> (۱۱/۵۷: ۱۷)

قینہ کے مفہوم اور اطلاق کی بحث تو گزشتہ صفحات میں فیصل ہو چکی ہے، تاہم ''الاعتصام'' کے اس نوٹ پر کہ ''اس کے گانے کا انداز ماہر فن مغنیہ کا نہیں، اونچی آواز سے شعر پڑھنے کا تھا، چنانچہ اس نے وہ اشعار پڑھے۔ سیدہ عائشہ

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

نے وہ اشعار سنے،'' چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ یہ اطلاع کہاں سے ملی ہے کہ اس قینہ کا انداز اونچی آواز میں شعر پڑھنے کا تھا؟ مذکورہ روایت میں تو ایسا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا جس کا معنی 'شعر' یا 'اونچی آواز' کیا جا سکے؟ اس کے الفاظ تو فقط یہ ہیں: تحبين ان تغنيك؟ فغنتها۔ (کیا تم اس کا غنا سننا چاہو گی؟ چنانچہ اس نے انھیں غنا سنایا) گویا یہاں فقط غنا کا فعل استعمال ہوا جس کے معلوم اور معروف معنی گانا گانے کے ہیں۔ اسی سے مغنی اور مغنیہ بنا ہے جس کے معنی گلوکار اور گلوکارہ کے ہیں۔ چنانچہ وہ کون سی داخلی یا خارجی دلیل ہے جس کی بنا پر یہ تحقیق پیش کی گئی ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ شعر اور آواز کے بلند آہنگ کو آپ نے غنا کے مصداق سے الگ کیسے کر لیا ہے۔ ناشناسی کی اگر یہی نوعیت ہے تو کسی راہ چلتے سے معلوم کر لیجیے، وہ بادنیٰ تامل بتا دے گا کہ اشعار کو آواز کے زیر و بم کے ساتھ پڑھنا غنا ہی تو ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ کی دانست میں جب قینہ کے معنی گانے والی کے نہیں، بلکہ عام لونڈی کے ہیں اور اس نے اونچی آواز سے شعر پڑھنے ہی پر اکتفا کی ہے تو پھر آپ کے قلم سے ''اس کے گانے کا انداز'' کے الفاظ کیوں نکل گئے ہیں؟ آپ نے یہ کیوں نہیں لکھا کہ ''اس کے کہنے کا انداز'' یا ''اس کے پڑھنے کا انداز''؟ کہیں معاملہ وہی تو نہیں ہے کہ:

کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے، تو چھپائے نہ بنے

تنقید کو آگے بڑھاتے ہوئے ''الاعتصام'' نے لکھا ہے:

''السنن الکبریٰ للنسائی میں حضرت سائب کی یہ روایت تو انھیں نظر آ گئی مگر مسند امام احمد اور المعجم الکبیر لطبرانی میں حضرت سائب کی یہ روایت نظر نہ آئی، جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب وہ لونڈی گانے لگی

''فقال النبی صلی اللّٰه علیه و سلم: ((قد نفخ الشیطان فی منخریها))'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان نے اس کے نتھنوں میں پھونک ماری ہے۔'' یہی روایت علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج:۷، ص۱۳۰) میں بھی ذکر کی اور فرمایا: ''رواه احمد و الطبرانی و رجال احمد رجال الصحیح'' ''اسے امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور مسند احمد کے راوی الصحیح کے راوی ہیں... جس سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کے گانے پر نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ''اس کے نتھنوں میں شیطان پھونک لگاتا ہے۔'' مگر افسوس اہل اشراق بڑی سادگی بلکہ عیاری سے مکمل روایت سے آنکھیں بند کر کے یہ باور کرانے کے درپے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گانے پر کراہت کا اظہار نہیں فرمایا... شیطان کے ساتھ اس کی تشبیہ اس کی کراہت کی بین دلیل ہے، مگر افسوس وہ تو اہل اشراق کو نظر ہی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

نہیں آتی۔'' (۱۱/۵۷:۱۷)

اس عبارت کو پڑھ کر ہم اہل الاعتصام سے التجا کرتے ہیں کہ اپنے مزعومہ تصورات کے اثبات کے لیے علم بھینٹ چڑھتا ہے تو چڑھا دیجیے، حق کا کتمان ہوتا ہے تو کر دیجیے، اخلاقیات کی دھجیاں بکھرتی ہیں تو بکھیر دیجیے، مگر خدا کے لیے کم سے کم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیجیے۔ اس معاملے میں ہمارا اور آپ کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ زبان کٹ جائے، قلم ٹوٹ جائے، مگر ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلے جو اس عظیم المرتبت کی شان سے فروتر ہو۔ اس لیے کہ اسی کی ذات والا صفات ہے جس پر دین کا مدار ہے اور اسی کی ہستی ہے جس کا قول و عمل دین کا منبع و ماخذ ہے۔ دیکھیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے وہ وصف جسے آپ کی اتباع نہ کرنے والوں نے بھی تسلیم کیا ہے، آپ کے قول و فعل میں کامل ہم آہنگی ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا، آپ کا عمل ہمیشہ اس کے عین مطابق رہا اور جو کچھ آپ نے کیا، اس کے برعکس کوئی ایک قول بھی مورخین دریافت نہیں کر سکے۔ چنانچہ یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ غنا کو آپ شیطان سے منسوب قرار دیں اور اس بنا پر اسے ناپسندیدہ اور لائق نفرت سمجھیں اور پھر یہی غنا اپنی زوجۂ محترمہ کو سنوائیں یا زوجۂ محترمہ کو غنا سنوانے کے بعد آپ اسے باطل اور شیطانی عمل قرار دیں۔ ایسے تضاد فکر و عمل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ـــــ ہمیں آپ کے دینی اخلاص پر اطمینان اور رسول اللہ کے ساتھ آپ کی محبت پر یقین ہے، مگر غور کیجیے، یہاں آپ سے کیا صادر ہوا ہے۔ آپ کی درج بالا تعبیر کو اگر مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمل کی اجازت دی اور معاً بعد اسی کے خلاف قول صادر فرما دیا۔ معاذ اللہ

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ہماری رائے یہ ہے کہ اگر 'قد نفخ الشیطان فی منخریها' کو روایت کا جز قرار دینا ہے اور اس سے وہی مراد لینا ہے جسے ''الاعتصام'' نے بیان کیا ہے تو پھر یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس روایت کو رد کر دیا جائے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جو ادنیٰ درجے میں بھی تضاد بیانی کا تاثر دے۔ تاہم، ہمارے نزدیک اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جملے کا مفہوم وہ ہے ہی نہیں جو ''الاعتصام'' نے بیان کیا ہے۔ وہ تھوڑا سا تردد کر کے اگر لغت سے رجوع کر لیتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ 'نفخ الشیطان فی منخریه' یا 'نفخ الشیطان فی انفه' اصل میں بیانیہ جملہ نہیں، بلکہ محاورہ ہے جو بالعموم کسی کے کمال کو بیان کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اس حد تک تجاوز کیا جس حد تک جانا اس کے لیے مناسب نہ تھا۔

دیکھیے، تاج العروس میں ہے:

نفخ الشیطان فی انفہ: یقال للمتطاول الی ما لیس لہ.(۲/۲۸۳)

''یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اس حد تک پہنچ جائے جو حقیقت میں اس کے لیے نہ ہو۔''

اقرب الموارد میں بیان ہوا ہے:

نفخ الشیطان فی انفہ: تطاول الی ما لیس لہ.(۲/۱۳۲۶)

''شیطان نے اس کے ناک میں پھونک ماری یعنی اس نے اپنے متعلق ایسی بڑھ چڑھ کر باتیں کہیں جو درحقیقت اس میں نہیں تھیں۔''

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ عربی زبان کے استعمالات میں شیطان کا لفظ حرمت یا شناعت کے مفہوم میں صریح نہیں ہے۔ روایتوں میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کو شیطان کی نسبت سے بیان فرمایا، مگر اس سے آپ کا مقصود انھیں حرام یا شنیع قرار دینا ہرگز نہیں تھا۔ بخاری کی روایات، رقم ۳۰۴۶، ۳۰۴۹ میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'التثاؤب من الشیطان' (جماہی شیطان کی طرف سے ہے)، 'الحلم من الشیطان' (خواب شیطان کی طرف سے ہے)۔ اسی طرح ترمذی، رقم ۱۹۳۵ میں ہے: 'العجلة من الشیطان' (جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے)۔ مسلم، رقم ۷۸۹ میں ہے: الکلب الاسود الشیطان' (کالا کتا شیطان ہوتا ہے)۔ مسلم، رقم ۲۴۹۱ میں آپ کے یہ الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں: ان المرأة تقبل صورة شیطان و تدبر فی صورة شیطان' (عورت شیطان کی صورت میں آتی اور شیطان کی صورت میں لوٹتی ہے)۔ ترمذی، رقم ۱۵۹۷ میں ہے: الراکب شیطان و الراکبان شیطانان (ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں)۔ ترمذی ہی کی ایک اور روایت، رقم ۲۶۷۲ میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں: العطاس والنعاس والتثاؤب فی الصلاة والحیض والقیء والرعاف من الشیطان (نماز میں چھینک اور جماہی اور حیض، قے اور نکسیر شیطان کی طرف سے ہے)۔

اس ساری بحث کے باوجود 'نفخ الشیطان فی منخریھا' کے حوالے سے ہماری رائے یہ ہے کہ یہ جملہ اگر سند کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے روایت کا حصہ تصور کیا جائے تو پھر بھی قرین قیاس یہی ہے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنے کے بارے میں توقف کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی ذوق کے خلاف محسوس ہوتی ہے کہ آپ غنا جیسی چیز کے بارے میں تحسین کا اسلوب اختیار کریں گے جو بہر حال اشتغال بالادنیٰ کے زمرے میں آتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

رقص

ہم نے اپنے مضمون میں تین ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن میں 'زفن' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مسلم کی روایت رقم ۸۹۲ میں سیدہ عائشہ کے الفاظ ہیں:

جاء حبش یزفنون فی یوم عید فی المسجد فدعانی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فوضعت راسی علی منکبہ فجعلت انظر الی لعبھم.	''ایک مرتبہ عید کے روز حبشی مسجد میں رقص کا مظاہرہ کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے آپ کے شانے پر سر رکھا اور ان کا کرتب دیکھنے لگی۔''

احمد بن حنبل، رقم ۱۲۵۶۲ میں حضرت انس سے روایت ہوا ہے:

کانت الحبشة یزفنون بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویرقصون ویقولون: "محمد عبد صالح".	''حبشہ کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ناچ رہے تھے اور یہ گا رہے تھے: محمد صالح انسان ہیں۔''

ترمذی، رقم ۳۶۹۱ میں سیدہ عائشہ کے حوالے سے بیان ہوا ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جالسا فسمعنا لغطا وصوت صبیان فقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاذا حبشیة تزفن والصبیان حولھا فقال یا عائشة تعالي فانظری.	''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے درمیان) تشریف فرما تھے۔ یک بہ یک ہم نے بچوں کا شور سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ پھر (ہم نے دیکھا کہ) ایک حبشی عورت ناچ رہی تھی۔ بچے اس کے اردگرد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ، آ کر دیکھو۔''

ان روایتوں میں ہم نے 'زفن' کے معنی ناچ اور رقص کے کیے ہیں اور اس بنا پر یہ استدلال کیا ہے کہ یہ فن بھی موسیقی کی طرح زمرۂ مباحات میں شامل ہے۔ لہٰذا اس کی علی الاطلاق حرمت کا حکم صادر نہیں کیا جا سکتا۔ اس نقطۂ نظر پر ''الاعتصام'' کی تنقید حسب ذیل ہے:

''''زفن'' کے معنی رقص نہیں بلکہ رقص کی طرح اچھلنے اور پاؤں اوپر نیچے کرنے کے ہیں... حبشیوں کا ''زفن'' چلنے کی ایک قسم ہے جو لڑائی کی ابتدا میں چلی جاتی ہے۔ اس کے معنی اگر رقص بلکہ ''ماہر فن رقاص'' کے ہیں تو پھر کہنا چاہیے کہ اس فن کا مظاہرہ مسجد میں ہونا چاہیے۔ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت اور تعلیم و تعلم کے لیے نہیں، بلکہ ماہرین فن رقص کے لیے بھی کھلی رہنی چاہییں۔ کیونکہ حضرت عائشہ ہی کی روایت میں ہے کہ ''جاء حبش یزفنون

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

فی یوم عید فی المسجد'' الخ (مسلم ج:۱، ص:۲۹۲) ''حبشی لوگ عید کے روز مسجد میں ''رقص'' کر رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو میں نے اپنا سر آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے کندھے پر رکھا اور میں ان کے کھیل کی طرف دیکھنے لگی۔'' ... اگر ''حبشیة تزفن'' سے ''ماہر فن رقاصہ'' مراد ہے ''حبش یزفنون'' کے معنی بھی ''ماہر فن رقاص'' ہونا چاہیے اور اس ''فن رقص'' کا مظاہرہ مسجد میں ہونا چاہیے اور انھیں معاذ اللہ ''Dancing club'' قرار دینا چاہیے۔'' (۱۱/۵۷:۱۹)

جذبات کو انگیخت کرنے والی اس تقریر میں ہمارے استدلال پر نقد کی اگر کوئی بات ہے تو وہ فقط یہ ہے کہ ''زفن کے معنی رقص نہیں، بلکہ رقص کی طرح اچھلنے اور پاؤں اوپر نیچے کرنے کے ہیں''۔ یہ اسی طرح کی بات ہے کہ کوئی شخص کہے کہ تناول کرنے کے معنی کھانے کے نہیں، بلکہ کوئی چیز منہ میں ڈال کر چبانے اور پھر نگل لینے کے ہیں۔ بہرحال اس تنقید کی اساس چونکہ لفظ 'زفن' کا لغوی مفہوم ہے، اس لیے اس کی تردید کے لیے یہی کافی ہوگا کہ چند نمائندہ لغات کے حوالے یہاں درج کر دیے جائیں۔ ان حوالوں میں یہ بات قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ان میں سے بعض میں جہاں 'یزفنون' کا معنی 'یرقصون' کیا گیا ہے، وہاں حوالے کے طور پر سیدہ عائشہ کی درج بالا حدیث ہی نقل کی گئی ہے:

الزفن: الرقص،... و منه حدیث عائشة، رضی اللّٰه عنها: قدم وفد الحبشة فجعلوا یزفنون و یلعبون ای یرقصون. (لسان العرب ۱۳/۱۹۷)	''زفن کے معنی رقص کے ہیں.... حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ حبشہ کے لوگوں کا وفد آیا تو وہ ناچنے اور کھیلنے لگ پڑے یعنی رقص کرنے لگ پڑے۔''
الزفن اللعب و الدفع. و منه حدیث عائشة، رضی اللّٰه عنها: قدم وفد الحبشة فجعلوا یزفنون و یلعبون ای یرقصون. (النہایہ، ابن اثیر ۲/۳۰۵)	''زفن کا معنی کھیلنا اور دھکا دینا ہے۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ حبشہ کے لوگوں کا وفد آیا تو وہ ناچنے اور کھیلنے لگ پڑے یعنی رقص کرنے لگ پڑے۔''
الزفن: الرقص (الصحاح ۵/۲۱۳۱)	''زفن کے معنی رقص کے ہیں۔''
زفن زفنا: رقص. و فلانا: دفعه. (المعجم الوسیط ۱/۳۹۵)	''زفن کے معنی ناچنے اور کسی کو دھکا دینے کے ہیں۔''
زفن: یزفن زفنا: رقص. ہ: دفعه. (الرائد ۱/۷۷۷)	''زفن کے معنی ناچنے اور کسی کو دھکا دینے کے ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

زفن : رقص. (المنجد ۳۰۱)   ''زفن کے معنی ناچنا ہیں۔''

اس روایت کی بحث میں ہم نے بیان کیا تھا:

''بعض دوسری روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماہر فن مغنی اور مغنیات اور رقاص اور رقاصائیں عرب میں موجود تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔''

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ''الاعتصام'' نے لکھا ہے:

''ہم ان کی اس جسارت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں، الفاظ کی جادوگری اور مینا کاری سے انھوں نے جو اوراق سجائیں ہیں اور اپنی ذہنی عیاشی کو جواز بخشنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہرین فن کے غناء اور پیشہ ور رقاصاؤں کے رقص سے ''لطف اندوز'' ہونے کا علی الاطلاق جو ثبوت انھوں نے پیش کیا، وہ ان کی اپنی کج بحثی بلکہ کج فہمی کا نتیجہ ہے۔'' (۱۸:۵۷/۱۱)

مذکورہ جملے سے ہمارا مدعا ہرگز وہ نہیں ہے جسے ''الاعتصام'' نے اخذ کیا ہے۔ ہمارے مدعا کے لحاظ سے اگر اس جملے کو پڑھا جائے تو یہ اس طرح ہوگا:

''ماہر فن مغنی اور مغنیات اور رقاص اور رقاصائیں عرب میں موجود تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (لوگوں کے) ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔''

یہاں یہ بات پوری طرح واضح رہنی چاہیے کہ ہم نے اپنے مضمون میں رقص وموسیقی یا دیگر فنون لطیفہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی میلان کا کوئی تاثر ظاہر نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ کھیل تماشے، شعروشاعری اور مصوری وموسیقی جیسی چیزوں سے آپ کی ذات اقدس ہمیشہ بالا رہی ہے۔ روایتوں میں بعض فنون لطیفہ کا ذکر اگر آپ کی نسبت سے آیا بھی ہے تو ان سے فقط ان فنون کی اباحت معلوم ہوتی ہے، پسندیدگی اور اشتغال کا ادنیٰ درجے میں بھی کوئی تاثر نہیں ہوتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فنون لطیفہ من جملۂ مباحات ہیں اور الہامی شریعتوں نے انھیں کبھی ممنوع قرار نہیں دیا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے اسالیب جب حد اعتدال سے متجاوز ہو جائیں تو یہی مباحات نمودونمایش، فخرواستکبار اور اشتغال بالادنیٰ کا مظہر بن جاتے اور انسان کو آخرت سے غافل کر کے دنیا پرستی کی طرف راغب کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ان میں مستغرق ہونے اور انھیں اوڑھنا بچھونا بنا لینے کو ناپسند کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایسی چیزوں کو اصلاً جائز قرار دیا، انھیں اوڑھنا بچھونا بنا لینے کو ناپسند کیا اور اپنے طبعی میلان اور منصبی ذمہ داریوں کی وجہ سے اپنی ذات کی حد تک ان سے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

بالعموم گریز ہی کا رویہ اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے مضمون کا اختتام ہی دیلمی کی اس روایت پر کیا ہے کہ زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک نوجوان گیت گاتا ہوا گزرا تو آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا: یاشاب هلا بالقرآن تغنی؟ ''اے نوجوان تو قرآن کو غنا سے کیوں نہیں پڑھ لیتا؟''

خوش الحانی کی تحسین

اس عنوان کے تحت ہم نے بخاری کی روایت رقم ۴۷۶۱ نقل کی تھی۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری کی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت سن کر ارشاد فرمایا کہ تجھے تو قوم داؤد کے سازوں میں سے ایک ساز دیا گیا ہے۔

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے ہم نے بیان کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحسین فرمانے کا سبب خوش الحانی ہے۔ یہ چیز ظاہر ہے کہ تلاوت کے علاوہ بھی کہیں موجود ہو گی تو پسندیدہ ٹھہرے گی۔ چنانچہ اللہ کی حمد وثنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت یا دیگر اچھے مضامین کے اشعار کو اگر خوش الحانی سے پڑھا جائے تو ان سے محظوظ ہونے میں کوئی قباحت نہیں سمجھی جائے گی۔ مزید براں اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'مزامیر آل داؤد' کے الفاظ مثبت انداز سے استعمال فرمائے ہیں۔ ان کے استعمال سے آپ نے گویا سیدنا داؤد علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں بائیبل کی ان روایات کی تصدیق فرما دی ہے جن کے مطابق وہ اللہ کی حمد وثنا کے لیے آلات موسیقی استعمال کیا کرتے تھے۔

ہمارے اس نقطۂ نظر پر ''الاعتصام'' کی تنقید حسب ذیل ہے:

> ''روایت میں ''مزمار'' کا لفظ آیا ہے جس سے ظاہر بینوں اور موسیقی پرستوں کو دھوکا لگا، اسی بنا پر اس کا یہاں معنی ''ساز'' کیا گیا اور محرف بائیبل کے بعض بیانات کی بنیاد پر یہ بھی کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیبل کی تصدیق فرما دی جن کے مطابق وہ اللہ کی حمد وثنا کے لیے آلات موسیقی استعمال کرتے تھے۔ بلاشبہ ''مزمار'' کے معنی ساز کے ہیں۔ لیکن اس سے مراد یہاں حسن صوت ہے... یوں نہیں کہ حضرت ابوموسیٰ ''مزمار'' بجاتے اور قرآن پڑھتے تھے یا حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے گیت آلات موسیقی پر گاتے تھے... علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ مشرق سے دو آدمی مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، انھوں نے وعظ کیا تو صحابۂ کرام نے ان کے واعظ وخطبہ پر بڑے تعجب کا اظہار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''بعض بیان جادو ہوتا ہے۔'' یہاں بھی خوش بیانی اور حسن صوت کو جادو سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو کیا یہاں بھی یہ کہا جائے گا کہ آپ نے خوش بیانی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اور خوش الحانی کو جادو سے تعبیر کیا اور آپ نے مثبت انداز میں ان کی خوش الحانی کے جادو کا ذکر کیا۔ لہٰذا جادو اور سحر بھی حرام نہیں۔ حالاں کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ دونوں جگہ صرف خوش الحانی کی تحسین و توصیف ہے مزامیر یا سحر کی نہیں۔'' (۱۱/۵۷: ۲۳۔۲۴)

اس تقریر دل پذیر پر ہماری فقط دو گزارشات ہیں۔

اولاً، یہ ہم نے کہاں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ تحسین آمیز کلمات سے مراد خوش الحانی یا حسن صوت نہیں، بلکہ مزمار (ساز) ہے۔ ہم نے تو اس روایت کا عنوان ہی ''خوش الحانی کی تحسین'' قائم کیا ہے اور اس کے تحت نہایت صراحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش الحانی کو پسند فرماتے تھے۔'' یہ نہیں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزامیر یا آلات موسیقی کو پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایسی بات کے لیے لغت میں کذب، دروغ، جھوٹ، بہتان اور بد دیانتی کے الفاظ مستعمل ہیں۔

جہاں تک مزامیر آل داؤد کی تصدیق کے حوالے سے ہماری بات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ غالباً ہماری بات اہل الاعتصام کی سمجھ میں نہیں آسکی۔ ہم اس کی مزید وضاحت کیے دیتے ہیں۔ ہم نے بیان کیا تھا:

> ''مزامیر آل داؤد کے الفاظ کے استعمال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا سیدنا داؤد علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں بائیبل کی ان روایات کی تصدیق فرما دی ہے جن کے مطابق وہ اللہ کی حمد و ثنا کے لیے آلات موسیقی استعمال کیا کرتے تھے۔''

ہمارا یہ استدلال اگرچہ بہت سادہ ہے، مگر ہم مزید وضاحت کے لیے حدیث ہی سے اس کی ایک مثال پیش کر دیتے ہیں۔ توقع ہے کہ اس کے بعد ہماری بات سمجھ میں آجائے گی۔

بخاری کی روایت رقم ۱۳۱۹ میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دوں۔ اس روایت کی بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ کرۂ ارض پر احد نام کا پہاڑ پایا جاتا ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ 'مزامیر آل داؤد' کے الفاظ سے ہمارے استدلال کو ایسے ہی سمجھنا چاہیے۔

اس بحث کے ساتھ ہی ''احادیث اور موسیقی'' کے باب پر ''الاعتصام'' کی تنقید پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net